Feminist study of Novel "Me Sozam"

"می سوزم" میں نسائی نقطہ نظر—ایک تانیثی مطالعہ

Ayesha Nishat *[1]
M.Phil Urdu, Government College Women University Faisalabad
Dr. Rukhsana Bibi *[2]
Assitant Professor, Urdu Department, Government College Women University Faisalabad.

[1]☆عائشہ نشاط
ایم فل اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد
[2]☆ڈاکٹر رخسانہ بی بی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج وویمن یونیورسٹی، فیصل آباد

Correspondance: rukhsanabaloch@gcwuf.edu.pk

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 15-10-2025
Accepted:25-12-2025
Online:31-12-2025

Copyright:© 2025 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: This article examines Dr. Humera Ashfaq's novel Mee Sozam through a feminist critical lens, focusing on the character of Princess Rabia as a symbol of intellectual and moral resistance against patriarchal authority. Set against the historical backdrop of the ancient kingdom of Khuzdar, the novel intertwines history and fiction to recover a woman's voice that traditional historiography has largely marginalized. Unlike conventional depictions of female characters in historical fiction, Rabia emerges as an active agent, a poet and thinker who challenges her Brother Prince Harith's tyrannical rule not through armed rebellion but through reasoned argument and creative expression. The study situates Rabia within a broader tradition of historically resistant women, such as the Rani of Jhansi and Razia Sultana, while also reading her character as a symbolic critique of patriarchal power structures that persist beyond the novel's specific historical

setting. The paper argues that Ashfaq's use of poetry and language as tools of resistance reflects core feminist principles: women's agency, moral authority over physical power, and the reclamation of historical narrative. Ultimately, Mee Sozam is positioned not merely as a historical novel but as a significant contribution to Urdu feminist literature, one that restores women to the center of historical narrative and affirms the timeless, universal nature of women's struggle for autonomy and voice.

KEYWORDS: Urdu, Novel, Feminism, Humaira Ashfaq, Me sozam

ڈاکٹر حمیرا اشفاق کا ناول "می سوزم" اردو کے معاصر تاریخی فکشن میں ایک نمایاں اضافہ ہے، جس کی انفرادیت محض اس کے تاریخی پس منظر یا قدیم تہذیب کے احیا میں نہیں بلکہ اس نسائی شعور میں پنہاں ہے جو ناول کے مرکزی کردار، شہزادی رابعہ، کی صورت میں پورے متن میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ یہ ناول بلوچستان کی سرزمین اور خضدار کی تاریخی ریاست کے پس منظر میں لکھا گیا ہے، جہاں اقتدار، جبر اور مزاحمت کی کہانیاں تاریخ کے دھندلکوں میں کہیں دبی پڑی تھیں۔ حمیرا اشفاق نے اس دبی ہوئی تاریخ کو فکشن کے پیرائے میں نئی زندگی بخشی ہے، اور اس عمل میں سب سے اہم کردار ایک عورت کو دیا ہے- ایسی عورت جو محض کہانی کا زیور نہیں بلکہ اس کا ضمیر اور اس کی آواز ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں ہم اس ناول کا تانیثی (فیمینسٹ) نقطہ نظر سے مطالعہ کریں گے، تاکہ یہ سمجھا جا سکے کہ مصنفہ نے تاریخ کے پردے میں چھپی نسائی مزاحمت کو کس طرح دوبارہ دریافت اور بیان کیا ہے۔

"می سوزم" کی بنیاد ایک ایسے دور اور علاقے پر رکھی گئی ہے جہاں اقتدار کی جنگیں، خاندانی رقابتیں اور سلطنتوں کے عروج و زوال روزمرہ کا معمول تھے۔ ناول کا تانا بانا حکمران خاندان کے اندر موجود کشمکش کے گرد بنا گیا ہے، جس میں شہزادہ حارث بطور ایک جابر اور خود غرض حکمران کے سامنے آتا ہے، جو اقتدار کے حصول اور تحفظ کے لیے ہر طرح کے حربے استعمال کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ اسی پس منظر میں شہزادی رابعہ کا کردار ابھرتا ہے- ایک ایسی خاتون جو شاہی خاندان سے تعلق رکھنے کے باوجود عام رعایا کے دکھ درد میں شریک ہوتی ہے

اور ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے سے نہیں گھبراتی۔ حمیرا اشفاق نے تاریخ کے ان مبہم اور نامکمل حوالوں کو، جو عموماً مردانہ راویوں کے ذریعے محفوظ ہوئے، ایک نئے زاویے سے دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ ایسا زاویہ جس میں عورت محض پسِ منظر کا کردار نہیں بلکہ متن کا مرکز ہے۔

ناول میں عورت کی بے بسی پر اقتباس.

"آج رات کو اس کی خوشی میں جشن رکھا ہے، اس میں دفتر کی بھی
ہمارے ساتھ تشریف رکھیں گی۔" حاث نے کہا، "والدِ محترم! یہ
پردے کے اندر سے بھی تو شریکِ محفل ہو سکتی ہیں۔"(۱)

رابعہ کا کردار روایتی تاریخی ورومانوی فکشن میں پیش کی جانے والی نسوانی کرداروں سے یکسر مختلف ہے۔ وہ نہ تو کسی مرد کی محبت میں گم ایک غیر فعال ہستی ہے اور نہ ہی محض حسن و جمال کی علامت۔ اس کے برعکس وہ ایک باشعور، فکر مند اور فیصلہ کن شخصیت کے طور پر سامنے آتی ہے جو اپنے خاندان کی اقتدار پرستی اور مطلق العنانی کو کھلے لفظوں میں چیلنج کرتی ہے۔ وہ شاعرہ بھی ہے اور مدبر بھی اس کا قلم اور اس کی زبان دونوں ہی ظلم کے خلاف ہتھیار بنتے ہیں۔ یہی وہ نکتہ ہے جہاں ناول تانیثی تنقید کے اس بنیادی موقف سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے کہ عورت کو محض جسم یا جذبات تک محدود کرنے کے بجائے اس کی عقل، فکر اور تخلیقی صلاحیت کو مرکزی حیثیت دی جانی چاہیے۔ رابعہ کا اپنے بھائی حارث کے ظلم کے خلاف ڈٹ جانا، اپنے والد کی سلطنت کے مفاد میں انصاف اور امن کی وکالت کرنا، اور بالآخر اپنی رائے پر قائم رہنا—یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ مصنفہ نے رابعہ کو محض ایک کردار نہیں بلکہ ایک نظریاتی موقف کے طور پر تخلیق کیا ہے۔

ناول میں پدرشاہی نظام (Patriarchy) کو محض ایک سماجی حقیقت کے طور پر نہیں بلکہ ایک ایسے اقتدار کے ڈھانچے کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو عورت کی آواز کو دبانے کے لیے مذہب، رسم و رواج اور ریاستی اداروں کا سہارا لیتا ہے۔ شہزادہ حارث کا کردار اس پدرشاہی ذہنیت کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے جو طاقت کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے اور جو عورت کی رائے کو محض ایک بے وقعت خواہش کے طور پر رد کر دیتا ہے۔ اس کے مقابل رابعہ کی مزاحمت اہم اس لیے ہے کہ وہ روایتی معنوں میں کوئی مسلح بغاوت نہیں بلکہ ایک اخلاقی و فکری مزاحمت ہے۔ وہ اپنے موقف کو دلیل، شاعری اور مکالمے کے ذریعے پیش کرتی ہے، تلوار کے ذریعے نہیں۔ یہی امر ناول کو محض ایک جنگی یا سیاسی داستان ہونے سے بچا کر ایک تہذیبی و اخلاقی بیانیہ بنا دیتا ہے، جس میں عورت کی مزاحمت طاقت کے ذریعے نہیں بلکہ اخلاقی برتری کے ذریعے کارگر ثابت ہوتی ہے۔ یہ اس تانیثی نظریے سے

مطابقت رکھتا ہے جو عورت کی قوت کو محض جسمانی یا سیاسی طاقت میں نہیں بلکہ اس کی اخلاقی و فکری بالادستی میں تلاش کرتا ہے۔

رابعہ کے کردار کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ وہ شاعرہ ہے، اور شاعری اس کے لیے محض جمالیاتی مشغلہ نہیں بلکہ اظہارِ ذات اور مزاحمت کا ذریعہ ہے۔ تانیثی تنقید میں یہ بات بارہا کہی گئی ہے کہ زبان پر قابو پانا اور اپنی آواز کو تخلیقی شکل دینا عورت کی خودمختاری کی طرف پہلا قدم ہے۔ رابعہ کا اپنے جذبات، اپنے نظریات اور اپنی مخالفت کو شعر کی صورت میں ڈھالنا اسی خودمختاری کا اظہار ہے۔ جہاں دیگر کردار طاقت اور تلوار کی زبان بولتے ہیں، وہاں رابعہ الفاظ اور دلیل کی زبان اختیار کرتی ہے، اور یہی زبان بالآخر تاریخ میں اس کی پہچان بنتی ہے۔ حمیرا اشفاق نے اس طرح یہ پیغام دیا ہے کہ عورت کی مزاحمت کا سب سے مؤثر ہتھیار اس کا اپنا قلم اور اس کی اپنی آواز ہے۔

> شہزادی! آپ کی شاعری کا چرچہ محل سے باہر تک ہے، میرے لیے یہ
> خبر حیرت انگیز نہیں تھی کیونکہ امیر کعب نے ہمیشہ شہزادی کی حوصلہ
> افزائی کی تھی۔ (۴)

روایتی تاریخ نویسی میں عورت کا کردار اکثر حاشیے پر دھکیل دیا جاتا رہا ہے۔ بادشاہوں، سپہ سالاروں اور فاتحین کے کارناموں کے درمیان عورت کی جدوجہد، اس کی رائے اور اس کے فیصلے شاذ و نادر ہی تاریخ کے صفحات میں جگہ پاتے ہیں۔ "می سوزم" کی اہمیت اسی نکتے پر ہے کہ یہ ناول تاریخ کے اسی خلا کو پر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حمیرا اشفاق نے فکشن کے وسیلے سے ایک ایسی عورت کو مرکزی حیثیت دی ہے جسے تاریخ نے یا تو نظر انداز کیا یا اسے محض ضمنی کردار کے طور پر یاد رکھا۔ اس اعتبار سے یہ ناول محض ایک ادبی تخلیق نہیں بلکہ ایک تانیثی تاریخ نویسی (Feminist Historiography) کی سی کوشش بھی ہے، جس میں عورت کو تاریخ کا فعال کردار بنا کر پیش کیا گیا ہے، نہ کہ محض اس کا خاموش تماشائی۔

اگر "می سوزم" کو تانیثی تنقید کے عمومی اصولوں کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ ناول کئی سطحوں پر اس نظریے سے ہم آہنگ نظر آتا ہے۔ اول، یہ عورت کو فعال فیصلہ ساز (Agent) کے طور پر پیش کرتا ہے، نہ کہ محض ایک ایسی ہستی کے طور پر جس پر فیصلے کیے جاتے ہیں۔ دوم، یہ عورت کی اخلاقی و فکری برتری کو طاقت کے روایتی، مردانہ تصور پر فوقیت دیتا ہے۔ سوم، یہ سماجی ڈھانچے یعنی پدرشاہی نظام، جبر اور استحصال کو براہِ راست تنقید کا نشانہ بناتا ہے، اور اس تنقید کو ایک عورت ہی کی زبانی ادا کرواتا ہے۔ چہارم، ناول عورت کی تخلیقی صلاحیت یعنی شاعری کو محض آرائشی عنصر نہیں بلکہ مزاحمت کے اوزار کے طور پر پیش کرتا ہے۔ یہ تمام عناصر مل کر اس

ناول کو محض ایک تاریخی داستان سے بڑھ کر ایک نسائی بیانیہ بنا دیتے ہیں، جس میں عورت کا کردار وقار، شعور اور اخلاقی قوت کا مظہر ہے۔

شہزادی رابعہ کے کردار کو سمجھنے کے لیے یہ مفید ہو گا کہ اسے تاریخ کی ان خواتین کے تناظر میں بھی دیکھا جائے جنھوں نے اپنے دور میں اقتدار، جبر اور ناانصافی کے خلاف آواز بلند کی۔ رانی جھانسی کی بہادری، رضیہ سلطانہ کی حکمرانی کے دوران مردانہ اقتدار کے خلاف ان کی جدوجہد، یا فاطمہ صغریٰ جیسی شخصیات کی تاریخی مزاحمت یہ سب اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ عورت کی مزاحمت کوئی نیا یا اجنبی تصور نہیں بلکہ تاریخ کا ایک مستقل، اگرچہ اکثر نظر انداز کیا گیا، دھارا ہے۔ رابعہ کا کردار اسی روایت کی ایک فکشنی توسیع معلوم ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ رابعہ کی مزاحمت میدانِ جنگ میں تلوار اٹھانے کی بجائے دربار میں دلیل اٹھانے کی صورت میں سامنے آتی ہے، جو اسے ایک منفرد اور فکری طور پر زیادہ بالغ کردار بنا دیتی ہے۔ اس تقابل سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حمیرا اشفاق نے رابعہ کو کسی خلا میں تخلیق نہیں کیا بلکہ اسے شعوری طور پر عورتوں کی مزاحمتی تاریخ کی ایک کڑی کے طور پر پیش کیا ہے۔

ناول میں رابعہ کی مزاحمت کو محض ایک ذاتی یا خاندانی تنازع تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ اسے ایک وسیع تر ثقافتی استعارے کے طور پر برتا گیا ہے۔ حارث کا کردار محض ایک جابر شہزادہ نہیں بلکہ اس ذہنیت کی علامت ہے جو طاقت کو عورت پر قابو پانے کا ذریعہ سمجھتی ہے،

اخلاقی اقدار کی زوال پذیری پر اقتباس:

> حارث نے کمر بند کے ساتھ لٹکے طلائی دستے والے تیز دھار خنجر سے
> رابعہ کے دونوں ہاتھوں کی نسیں کاٹ دیں۔۔ یہ لو تمہارے لکھنے کا
> انتظام ہو گیا ہے۔(۳)

اس ذہنیت کے خلاف اٹھنے والی ہر اس آواز کی نمائندگی کرتی ہے جو عورت کو محض جائیداد، عزت کا نشان، یا خاموش تماشائی بنانے سے انکار کرتی ہے۔ اس علامتی سطح پر ناول کو پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حمیرا اشفاق دراصل ایک قدیم تہذیب کی کہانی کے پردے میں ایسے سوالات اٹھا رہی ہیں جو آج بھی سماج کے لیے یکساں اہمیت رکھتے ہیں - عورت کی خودمختاری، اس کا حقِ رائے، اور اس کا حقِ مزاحمت۔ اسی باعث ناول کی معنویت محض تاریخی سیاق تک محدود نہیں رہتی بلکہ عصرِ حاضر کے قاری کے لیے بھی براہِ راست متعلقہ ہو جاتی ہے۔

رابعہ شہزادی کی بہادری پر اقتباس:

نہیں بھائی! خدا جانتا ہے مجھے تاج و تخت سے کوئی سروکار نہیں، جو سچ پوچھیے تو اب بیکتاش بھی میرا مسئلہ نہیں رہا لیکن سالم خان کی ماں کی بے بسی، وفا خان کا قتل، خداداد کی لاش کی بے حرمتی یہاں تک کہ تمہارے ہاتھوں پر تو باپ تک کے خون کے چھینٹے ہیں، اس لیے میں آپ کے خلاف اعلان بغاوت کرتی ہوں، خون خرابے کے بغیر آپ تخت چھوڑ دیجیے، والد مرحوم کے تجربہ کار ساتھیوں میں سے کسی ایک کو سلطنت کا انتظام و انصرام سنبھالنے کا موقع دیجیے[۴]

اردو کے تانیثی فکشن کی روایت میں "می سوزم" کو ایک منفرد مقام حاصل ہے، کیونکہ یہ ناول محض عصری سماج کی عورت کے مسائل بیان نہیں کرتا بلکہ ماضی کی گہرائیوں میں جا کر یہ ثابت کرتا ہے کہ عورت کی مزاحمت کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی خود اقتدار اور جبر کی تاریخ۔ اکثر تانیثی فکشن حال یا قریبی ماضی کے تناظر میں لکھا جاتا ہے،

خواتین کے کردار پر اقتباس:

حارث! میرے بھائی۔ اگر تو آپ کا اشارہ میری طرف ہے تو میرا خدا گواہ ہے کہ مجھے جاہ و حشمت سے قطعی سروکار نہیں۔ شاید یہ بات ابھی آپ کو محض ایک دعوئی لگے لیکن وقت کی گواہی سب سے بڑی گواہی ہوتی ہے۔[۵]

حمیرا اشفاق نے ایک ہزار سال پرانے دور کا انتخاب کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ عورت کی خودمختاری اور اس کی آواز کا سوال کسی خاص عہد یا سماج تک محدود نہیں بلکہ ایک آفاقی مسئلہ ہے۔ یہی وسعتِ نظر ناول کو محض ایک علاقائی یا وقتی موضوع کی حیثیت سے نکال کر ایک عالمگیر انسانی موضوع کے درجے پر لے آتی ہے۔ اس اعتبار سے "می سوزم" کو نہ صرف اردو تاریخی فکشن بلکہ اردو تانیثی ادب کی اہم ترین تخلیقات میں شمار کیا جا سکتا ہے، جو آنے والے محققین کے لیے تانیثی تاریخ نویسی اور فکشن کے امتزاج پر مزید کام کرنے کی راہ ہموار کرتی ہے۔

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو "می سوزم" ایک ایسا ناول ہے جو تاریخ اور فکشن کے امتزاج سے ایک نئی نسائی روایت کی بنیاد رکھتا ہے۔ شہزادی رابعہ کا کردار محض ایک تاریخی یا فکشنی شخصیت نہیں بلکہ ایک علامت ہے اس عورت کی علامت جو صدیوں سے پدرشاہی نظاموں کے سائے میں خاموش رہی، مگر جس کی آواز کبھی مکمل,

طور پر دب نہ سکی۔ حمیرا اشفاق نے اپنے فن اور اپنی تحقیق دونوں کے ذریعے اس آواز کو دوبارہ زندہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "می سوزم" کو محض ایک تاریخی ناول کہنا اس کی معنویت کو محدود کرنا ہوگا؛ در حقیقت یہ ایک تانیثی بیانیہ ہے جو عورت کو تاریخ کے مرکز میں واپس لاتا ہے اور اسے وہ مقام دیتا ہے جس کی وہ حق دار تھی۔

حوالہ جات

1۔ حمیرا اشفاق، ڈاکٹر، می سوزم، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۲۱ء، ص ۱۷

2۔ ایضاً، ص 8

3۔ ایضاً، ص 194

4۔ ایضاً، ص 203

5۔ ایضاً، ص 64

References:

1. Hameera Ashfaq, Dr., *Main Sozam*, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2021, p. 17.
2. Ibid., p. 8.
3. Ibid., p. 194.
4. Ibid., p. 203.
5. Ibid., p. 64.